JOURNAL OF ACADEMIC RESEARCH FOR HUMANITIES

ISSN 2663-192x

ORCID of the Journal: https://orcid.org/0009-0000-0723-9485
DOI Number of the Paper: https://zenodo.org/records/13150546
Edition Link: Journal of Academic Research for Humanities JARH, 4(3) Jul-Sep 2024
Link of the Paper: https://jar.bwo-researches.com/index.php/jarh/article/view/456
HJRS Link: Journal of Academic Research for Humanities JARH (HEC-Recognized for 2023-2024)

استخراج واستنباط احکام میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کا اسلوب و منہج

(بذل المجہود کا اختصاصی مطالعہ)

MAULANA KHALIL AHMAD SAHARANPURI'S METHODOLOGY IN EXTRACTING AND DERIVING RULINGS: A COMPREHENSIVE ANALYSIS OF BAZLULALMAJHOOD

Author 1:	**HAFIZ ZAFAR IQBAL,** PhD Scholar, National University of Modern Languages, Islamabad, Department of Islamic Thought and Culture, Email: hafizzafarawan@gmail.com
Corresponding & Co-Author 2:	**DR.NOOR HAYAT KHAN,** Associate Professor, National University of Modern Languages, Islamabad, Department of Islamic Thought and Culture, Email: nhayat@numl.edu.pk

Paper Information

Citation of the paper:
Iqbal. H. Z., & Khan. N. H., (2024). Maulana Khalil Ahmad Saharanpuri's Methodology In Extracting And Deriving Rulings: A Comprehensive Analysis Of Bazlulalmajhood. in *Journal of Academic Research for Humanities*, 4(3), 118–128.

QR Code for the Paper:

Subject Areas for JARH:
1 Social Science
2 Islamic Studies

Timeline of the Paper at JARH:
Received on: 01-05-2024
Reviews Completed on: 10-07-2024
Accepted on: 27-07-2024
Online on: 30-07-2024

License:

Creative Commons Attribution-Share Alike 4.0 International License

Recognized for BWO-R:
HJRS HEC Journal Recognition System

Published by BWO Researches INTL.:
BWO RESEARCHES (PVT) LTD INTERNATIONAL

DOI Image of the paper:
DOI 10.5281/zenodo.13150546

Abstract

Maulana Khalil Ahmad Saharanpuri's 1825 (methodological approach in extracting and deriving rulings stands as a testament to his scholarly depth and meticulousness. Maulana's scholarly journey navigated the realms of Hadith, Fiqh, and Uslu al-Fiqh having a profound impact on Islamic jurisprudence. This research paper explores Saharanpuri’s distinctive methodology, characterized by a unique traditional scholarship and critical analysis. Noteworthy is his dedication to teaching and emphasis on the Sunan Abi Dawood, evidence of his scholarly rigour and commitment of particular interest is Saharanpuri's quest for a comprehensive commentary, spanning over a decade, showcasing his relentless scholarly excellence. Furthermore, his adeptness in Fiqh earned him recognition among simultaneous scholars, who sought his counsel on various jurisprudential matters. Saharanpuri's approach is his nuanced handling of evidentiary sources. While he often relies on Hadith to establish the Hanafi school of thought, he also draws from the principles of jurist Saharanpuri's Methodology in Extracting and Deriving Rulings. In the field of jurisprudence (Fiqh) as well, your scholarly diligence was acknowledged by all contemporary scholars. Various scholars have sought your opinion on different legal issues. Under your supervision, the institution's fatwa department was managed and operated. There were four volumes comprising four thousand fatwas, most of which were written by your blessed hands, or were written under your guidance, or were authenticated by you. During the explanation of hadiths, Maulana elaborates on jurisprudential issues with considerable detail. He vigorously defends the Hanafi school of thought vigorously, presenting both rational and textual evidence in its support.

Keywords: Jurisprudence, significance, extract, Hadith, and Saharanpuri.

تعارف

مولانا خلیل احمد سہارنپوری ایک حنفی المذہب دیوبندی عالم ہیں۔ آپ نے مذہب حنفی کے اصول وفروع اور قواعد کا نہایت گہرائی سے نہ صرف مطالعہ کیا ہے، بلکہ ان کو یہ تمام اصول وفروع ازبرد بھی معلوم ہوتے ہیں۔ حنفی مذہب کے مطابق استخراج واستنباط احکام میں آپ ید طولی رکھتے ہیں۔ ان اصول کو قرآن مجید، سنتِ رسول ﷺ اور فقہائے احناف کے استدلالات کی روشنی میں کیسے اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ دیگر فقہاء خاص کر فقہائے شوافع کے استدلالات کے ساتھ اس کا تقابل اور تطابق کیسے بن سکتا ہے؟ اس سلسلے میں سہارنپوری کے اسلوب ومنہج کے بیان پر مشتمل اردو زبان میں یہ مقالہ ایک اہم دستاویز ہے۔

سوالاتِ تحقیق

i. استخراج اور استنباط احکام میں سہارنپوری کا منہج واسلوب کیا ہے؟

ii. فقہی مسائل کو زیر بحث لاتے ہوئے دیگر فقہاء اور علماء کے آراء کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

iii. اختلاف کو رفع کرتے ہوئے مصادر اصلیہ کو کس قدر اہمیت دیتے ہیں؟

مقاصد تحقیق

i. دیگر کتبِ حدیث کی طرح بذل المجہود کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی مطالعہ کی طرف توجہ مبذول کرانا

ii. کتب حدیث کے اسالیب ومناہج میں سہارنپوری کی انفرادیت کو اجاگر کرنا

iii. مشترکات اور مختلفات کو اجاگر کرتے ہوئے علمی توسع کو فروغ دینا

iv. حنفی مذہب کی دلائل، اس کی گہرائی اور موزونیت کو اجاگر کرنا

خلیل احمد سہارنپوری: تعارف اور علمی سفر

آپ کا نام خلیل احمد، کنیت ابو ابراہیم، نسبت سہارنپوری اور انبیٹھوی ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری سے جا ملتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت صفر کے آخر میں 1269ھ بمطابق دسمبر 1852ء اپنے ننھالی قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور میں ہوئی۔ والدہ کا نام بی بی مبارک النساء تھا۔ ان کے شوہر کسی ریاست میں ملازم تھے، جس کی وجہ سے وہ اپنے میکے میں مقیم تھیں۔ آپ جڑواں پیدا ہوئے۔ آپ سے پہلے بھائی کی پیدائش ہوئی جو کہ تھوڑی دیر بعد فوت ہوگئے (عاشق الٰہی، 445)۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا مولانا مملوک علیؒ سے شروع کی۔ انہوں نے ان کو ابتدائی قاعدہ پڑھانا شروع کیا۔ قرآن مجید کو بہت جلدی ناظرہ سے پڑھ لیا۔ اس کے بعد اردو اور فارسی کی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کرنا شروع کی۔ عربی کی ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا انصار علی سے حاصل کی۔ پھر آپ دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی ایام میں وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپ نے اپنے ماموں جان مولانا محمد یعقوب سے فیض حاصل کیا۔ 1283ء میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی ابتداء ہوئی، تو آپ مدرسہ مظاہر علوم تشریف لے آئے۔ یہاں مدرسہ سہارنپور کے استاذ مولانا محمد مظہر کے شاگرد بنے حدیث، فقہ، اصول فقہ، اور تفسیر کا علم حاصل کرنے کا شرف ان سے حاصل کیا۔ اس کے علاوہ منطق وفلسفہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپ نے انیس سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کرلی۔ اس کے بعد عربی ادب میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے لیے لاہور کا رخ کیا، جہاں مولانا فیاض الحسن سے عربی ادب میں مہارت حاصل کی (عاشق الٰہی، 445)۔ علاوہ ازیں آپ کو دیگر علوم، علم المعانی، علم الکلام، ہیئت، ادب، فلسفہ، منطق، ریاضی، عروض، صرف ونحو وغیرہ میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔

حدیث وفقہ میں مہارت

حدیث وفقہ کیساتھ آپ کا خصوصی لگاؤ تھا۔ زمانہ طالب علمی میں بھی آپ کی طبیعت حدیث وفقہ کے اسباق سے بہت خوش رہتی تھی۔ 1314ھ میں جب آپ مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لائے، تو آپ کو پڑھانے کے لیے حدیث کے اسباق دیے گئے۔ آپ حدیث کے اسباق میں سے خاص کر سنن ابی داوٗد کے سبق کو بہت اہمیت دیتے اور بڑی محنت واہتمام کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے سنن ابی داوٗد کے بعض مقامات اتنے مشکل ہیں کہ ماہر فن کے لیے بھی ان کا حل کافی مشکل ہے۔ نیز سنن ابوداود نے ابواب فقہیہ کو بھی جمع کیا ہے۔ سنن ابوداوٗد کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب سنن محدث بھی ہیں اور فقیہ بھی۔ اس کتاب پر کوئی ایسی مستند شرح بھی نہیں لکھی گئی، جو اس کے حل میں مد ومعاون ثابت ہو۔ عون المعبود اور غایۃ المقصود اس کی شروحات میں سے ہیں، تاہم اس کے مصنفین نے مقلدین ائمہ اور خاص کر امام اعظم ابو حنیفہؒ کو تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کے علمی کام کو خطاء پر محمول کیا ہے (عاشق الٰہی، 445)۔

بذل المجہود شرح سنن ابی داوٗد کے لکھنے کا عزم

زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کے دل میں یہ احساس تھا کہ سنن ابو داود کی ایک جامع شرح لکھی جائے، مگر یہ کام غیر معمولی تھا۔ آپ نے اس کام کو کرنے کے لیے تین دفعہ ہمت کی اور کام کو شروع کیا، لیکن کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی اور جو کچھ تھوڑا بہت لکھا تھا وہ بھی دیگر کاغذات میں گم ہوگیا۔ اس کے بعد جب وہ مسودہ کاغذات میں ملا تو نئے جذبے کے ساتھ اس کام کا آغاز 3 ربیع الاول 1335ھ کو چوتھی بار کیا اور کتابت کی ذمہ داری مولانا زکریا کے سپرد کی، کیونکہ آپ رعشہ کی وجہ سے کتابت نہیں کرسکتے تھے۔ مولانا زکریا نے ساتھ ساتھ حوالہ جات کی تلاش کی ذمہ داری بھی نبھائی۔ 9 مہینے میں ابوداوٗد شریف کا صرف ایک پارہ ہی مکمل ہوا۔ چند ماہ مولانا شمس الحق کو کتابت کے فرائض سونپے، لیکن بعد میں پھر کتابت کے فرائض مولانا زکریا کے ہی سپرد کردیے گئے۔ ابتدا میں صرف اس کا ایک پارہ ہی مکمل کرنے کا ارادہ تھا۔ اس کا مقصد طلباء کو کتاب کا طرز اور طریقہ

رحلت دار لبقاء

حرم مدنی سے ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جب واپس ہورہے تھے، کہ دوبارہ درد محسوس کیا۔ درد اتنا شدید تھا کہ چار نمازیں حرم میں ادا نہ کرسکے۔ عصر کے وقت آپ کو تکلیف بہت زیادہ تھی، لہذا چار رکعت آپ نے بڑی مشکل سے ادا فرمائی۔ تکلیف میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ چوبیس گھنٹے (دن رات) آپ نے بے ہوشی میں گزارے اور 16 ربیع الثانی تیراسو چھیالیس ہجری اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کردیے گئے (عاشق الہی،445)۔

استخراج واستنباط احکام میں مولانا سہارنپوری کا بذل الجھود میں منہج واسلوب

اللہ تعالی کی شریعت کو انسان جب اپنے روزمرہ کے معاملات پر منطبق کرتا ہے، تو اپنی پوری زندگی، (انفرادی ہویا اجتماعی)، ہر اعتبار سے شریعت کے مطابق استوار کرنا ہوگی۔ اس کے لیے قرآن مجید کی ہدایات اور حدیثِ رسول ﷺ سے جزوی احکام و مسائل دریافت کرنے پڑیں گے۔ شریعت کے ہر حکم پر غور کرکے جزوی احکام کو مرتب کرنا پڑے گا۔ روزمرہ کے معاملات پر احکامِ شریعت کا اطلاق اسی وقت ممکن ہوگا، جب اس کام کا بیڑا اٹھانے والا گہری فہم و بصیرت سے کام لینے والا ہوگا۔ چاہے تو خود اس فہم و بصیرت کی صلاحیت حاصل کرلے یا دیگر اہل علم کی فہم و بصیرت پر اعتماد کرکے مطلوبہ علمی صلاحیت پیدا کرے۔ لہذا ہر وہ فرد جو شریعت کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے وہ یہی طریقہ کار اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ اسی عمل اور طریقہ کار کا نام فقہ ہے۔ قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کی نصوص کو روزمرہ پیش آنے والے واقعات اور حقائق پر منطبق کرنا اور ان کے تفصیلی احکام کو مرتب کرنا اور مرتب کرکے ان کے مطابق زندگی کو سنوارنا، اس پورے عمل کا نام فقہ ہے۔ یہ سارا عمل ایک لمحے کے لیے بھی قرآن و سنت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن مجید اور سنتِ رسول ﷺ ہی اس پورے عمل کی روح ہیں۔ اس روح کے مطابق ظاہری اور عملی نتائج سے متعلق ہدایات فقہ کی شکل میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ فقہ کی اس اہمیتکے پیش نظر محدثین نے "سنن" کے نام سے احادیث کے مجموعے تیار کیے تاکہ قرآن و سنت کے احکام کو عملی جامہ پہنایا جاسکے ، جس کا نام فقہ ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر شارحین حدیث نے بھی اپنی شروحات میں مسائل فقہیہ پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ انہی شارحین میں شامل ہیں، جنھوں نے تشریح احادیث کے دوران فقہی مسائل کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ فقہائے احناف اور مذہب حنفی کے عقلی و نقلی دلائل پیش کرکے دفاع کیا ہے۔ احادیث سے استخراج و استنباطِ احکام میں سہارنپوریؒ کے اسلوب و منہج کے تذکرے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقہ کا مفہوم جان لیا جائے۔

سمجھانا تھا، لیکن اللہ کے فضل و احسان سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا. ربیع الاول 1335ھ سے لیکر 21 شعبان 1345ھ تک تقریبا دس سال پانچ ماہ اور دس دن میں اس کی تکمیل ہوئی۔ یہ دو ہزار صفحات اور پانچ جلدوں پر مشتمل تھی (عاشق الہی ،445) ۔

فقہ میں مجتہدانہ استعداد

فقہ میں بھی آپ کی مجتہدانہ استعداد تمام معاصر علماء میں مسلم تھی۔ مختلف فیہ مسائل میں معاصر علماء آپ سے رائے لیتے تھے۔ مدرسہ میں قائم دارالافتاء کا انتظام و انصرام آپ کی زیر نگرانی تھا۔ چار ہزار فتاوی جات پر مشتمل چار جلدیں وہ تھی، جن میں اکثر فتاوی جات آپ کے لکھے ہوئے تھے یا آپ نے لکھوائے تھے یا آپ کے تصدیق کنندہ تھے(عاشق الہی،445)۔

بدائع الصنائع کے مطالعے کا اہتمام

آپ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (علامہ کاسانی،1191ء) کے مطالعے کا اہتمام فرماتے تھے۔ دوران مطالعہ صاحب کتاب کے لیے دعائیں کرتے تھے اور کہتے یہ بندہ بہت بڑا فقیہ تھا۔ اللہ رب العزت نے اس کو فقہ کے لیے دنیا میں بھیجا تھا۔ مولانا ظفر احمد عثانی (1892ء- 1974ء) نے آپ سے دریافت کیا، فقہ سے مناسبت کیسے پیدا کی جاسکتی ہے، تو آپ نے فرمایا مفتیان کرام کا یہ طریقہ غلط ہے کہ وہ اس وقت کتاب کو دیکھتے ہیں، جب ان کو مسئلہ پیش آتا ہے یا کوئی مسئلہ پوچھتا ہے۔ اس میں غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے شامی (علاؤالدین:1244ھ) اور بدائع الصنائع کو مسلسل مطالعے میں رکھنا ضروری ہے(عاشق الہی،445)

اختلافی مسائل میں احتیاط

ایک دفعہ ایک بچہ جس کی عمر چودہ سال تھی، اس کے تراویح میں قرآن سنانے کا مسئلہ درپیش آیا۔ بعض علماء نے کہا کہ نماز تراویح کے لیے بچے کی امامت میں نماز تراویح پڑھ لیتے ہیں، تو حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا جب اکثر کبار علماء کرام کے نزدیک جائز نہیں تو اتنی مہتم بالشان عبادت جو سال کے بعد پڑھنا ہوتی ہے، اس میں احتیاط اسی میں ہے کہ راجح قول پہ عمل کیا جائے اور چودہ سال کے بچے کے پیچھے نماز تراویح نہ پڑھی جائے. (عاشق الہی،445)۔

فن مناظرہ میں مہارت

مولانا سہارنپوری کا مزاج خود مناظرانا نہیں تھا، تاہم جب کسی کی طرف سے چیلنج آجاتا، تو اس کو قبول کرتے اور دلائل کی دنیا میں ان کو لاجواب کردیتے تھے۔ آپ کی اکثر کتابوں کی وجہ تالیف وہ مناظرے یا وہ اعتراضات ہیں، جو مخالفین احناف کی طرف سے کیے گئے اور آپ نے کتابوں کی صورت میں ان کا جواب دیا (عاشق الہی،445)۔

جس طرح نماز کے اندر قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہے اس کی تعظیم اور احترام کی خاطر، بالکل اسی طرح قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور وجہ یہاں بھی احترام و حرمت ہے (سہارنپوری، 2006ء)۔

مسئلہ استنجاء بالاحجار: کیا قضائے حاجت کرتے وقت استقبال قبلہ (قبلہ کی طرف منہ کرنا) یا استدبار قبلہ (قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا) جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں مذاہب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا سہارنپوریؒ لکھتے ہیں: واختلف العلماء في ذلک علی اقوال ومذاهب، قال العیني في شرح البخاري: ثم اعلم ان حاصل ماللعلماء في ذلک اربعة مذاهب أحدها: المنع المطلق وقد ذكرناه الثاني: الجواز مطلقا، الثالث: انه لا يجوز الاستقبال في الابنية والصحراء ويجوز الاستدبار فيهما وهو احدی الروايتين عن ابي حنيفة رحمه الله الرابع: انه يحرم الاستقبال والاستدبار في الصحراء دون البنيان وبه قال مالک والشافعي واسحاق واحمد في رواية" (سہارنپوری، 1/181)۔

اس حوالے سے فقہائے کرام کے کل چار طرح کے مذاہب ہیں، ان مذاہب کی تفصیل علامہ عینی نے اپنی شرح بخاری میں بیان کی ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں، کہ قضائے حاجت کرتے وقت استقبال واستدبار قبلہ کے حوالے سے کل چار مذاہب ہیں: پہلا مذہب مطلق عدم جواز یعنی ایسا کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔ دوسرا مذہب مطلق جواز کا ہے، کہ ایسا کرنا بغیر کسی قید اور شرط کے جائز ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ استقبال قبلہ تو ناجائز ہے، چاہے صحراء میں ہو یا گنجان علاقہ میں، جبکہ استدبار جائز ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ سے منقول دوروایات میں سے ایک ہے۔ چوتھا مذہب یہ ہے کہ استقبال واستدبار صحراء میں تو ناجائز ہے لیکنآبادی میں جائز ہے اور یہی مذہب امام مالک، امام شافعی، اسحاق کا ہے اور امام احمد بن حنبل سے منقول دو روایات میں سے ایک روایت ہے۔ لیکن یہ بات یادر ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ استقبال واستدبار قبلہ بالکل ناجائز ہے چاہے صحراء ہو یا گنجان آباد علاقہ ہو۔ اس کی وضاحتسہارنپوری نے اس حدیث کی تشریح میں کی ہے: "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تو تمہارے لیے ایک باپ کی طرح ہوں، باپ کی طرح تمہاری تربیت کرتا ہوں، لہذا جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے تو اسے چاہیے کہ نہ تو قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ ہی پیٹھ، اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔ راوی فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ پتھروں کے ساتھ استنجاء کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے، لید و گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا کرتے تھے (ابوداؤد، ح8)۔ حدیث کی تشریح میں سہارنپوری لکھتے ہیں: "قال العيني: احتج ابو حنيفة رحمه الله بهذا الحديث علی عدم جواز استقبال القبلة و استدبارها بالبول والغائط، سواء كان في الصحراء او في البنيان اخذا في ذلک بعموم الحديث (سہارنپوری، 1/192)۔

فقہ کا لغوی معنی و مفہوم

فقہ لغت میں انتہائی بصیرت اور گہری فہم کو کہتے ہیں، جیسا کہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: "فقہ اصل میں گہری فہم و بصیرت کو کہتے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے: فلاں شخص کو دین میں گہری بصیرت دی گئی ہے، اور جیسا کہ کہا جاتا ہے: فلاں شخص میری بات کی گہرائی کو سمجھ گیا (ابن منظور، 13/522)۔ اسی طرح معجم مقاییس اللغة میں ہے۔ (فقه) يدلُّ عَلَى إِدْرَاكِ الشَّيْءِ والعِلْمِ بِهِ. تقول: فقهت الحديث أفقهه. وَكُلُّ عِلْمٍ بِشَيْءٍ فَهُوَفِقه" (ابن فارس، 1399ھ، 4/442)۔ فقہ کا مادہ (ف ق ہ) آتا ہے، کسی چیز کے مکمل ادراک اور واقفیت کا نام ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: میں نے حدیث کو بصیرت کے ساتھ سمجھ لیا اور ہر شیء کے مکمل علم کو بھی فقہ کہتے ہیں۔

فقہ کی اصطلاحی تعریف:

معجم لغتة الفقهاء میں اس کی تعریف یوں ذکر کی گئی ہے: ملكة يستطيع بها الانسان إدراک مقاصد الشريعة واستنباط الاحكام العملية من أدلتها التفصيلية" (ابن فارس، 4/442)۔ ایسا ملکہ، جس کے ذریعے انسان مقاصد شریعت کا ادراک حاصل کرلیتا ہے اور تفصیلی دلائل سے عملی احکام کا استنباط کرتا ہے۔ علامہ شوکانی نے فقہ کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ "العلم باحکام الشرعیة عناد لتها التفصيلية باستدلال" (الشوکانی، 99، 13)۔ احکام شرعیۃ کا وہ علم جو تفصیلی دلائل کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے حاصل کیا جائے فقہ کہلاتا ہے۔

مذہب حنفی کے ثبوت کا طریقہ کار

مولانا سہارنپوریؒ کبھی کبھی حدیث کے ظاہر سے ہی احناف کے مذہب کو ثابت کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں فقہائے کرام کے مسلمہ قواعد سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب الطہارۃ کے باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة میں اس کی ایک مثال ملتی ہے۔ (إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ، أُعَلِّمُكُمْ، إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ، وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا، وَأَمَرَ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، وَنَهَى عَنِ الرَّوْثِ، وَالرِّمَّةِ، وَنَهَى أَنْ يَسْتَطِيبَ الرَّجُلُ بِيَمِينِهِ. (ابو داود، ج4، ص8)۔ "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تو تمہارے لیے ایک باپ کی طرح ہوں، باپ کی طرح تمہاری تربیت کرتا ہوں، لہذا جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے، تو اسے چاہیے کہ نہ تو قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ ہی پیٹھ۔ آپ ﷺ نے تین پتھروں سے استنجاء کرنے کا حکم دیا۔ گوبر، ہڈی اور اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع کیا"۔

مولانا سہارنپوریؒ نے ایک مختلف فیہ مسئلہ کو بیان کر کے مذہب احناف کو حدیثسے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ ترجمۃ الباب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں" استقبال قبلہ سے مراد قبلہ کی طرف چہرے کا ہونا یا اس کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

واستدبار دونوں کی ممانعت، اس لیے کہ فقہاء کا قاعدہ ہے کہ جب نبی ﷺ کے قول و فعل میں تعارض ہو جائے، تو قول کو ترجیح دی جاتی ہے، کیونکہ فعل رسول ﷺ میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ وہ ان کے ساتھ خاص ہو۔ اسی طرح فقہاء کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ جب محرم اور مبیح میں تعارض ہو جائے، تو محرم ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ مذکورہ مسئلہ میں بھی نبی کریم ﷺ کے فعل سے تو جواز معلوم ہو رہا ہے، جب کہ قول سے ممانعت، تو تعارض کیصورت میں قول رسول ﷺ کو ترجیح ہو گی۔ (رسول ﷺ 11/175،174)۔

مذہب احناف کے ثبوت میں احادیث کے ساتھ نظائر فقہیہ سے استدلال

بعض اوقات سنن ابو داوٗد کی کوئی روایت احناف کے مسلک کے بظاہر خلاف نظر آتی ہے، ایسے مقامات پر مولانا سہارنپوریؒ احناف کے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے سنن ابو داوٗد کے ساتھ دیگر کتبِ احادیث سے روایت نقل کرنے کے ساتھ ساتھ نظائر فقہیہ سے بھی استنباط کرتے نظر آتے ہیں۔ ایسی جگہ پر مخالف کا مذہب پہلے ذکر کرتے ہیں اور احناف کا مسلک آخر میں ذکر کرتے ہیں۔

اختلافی مسئلہ کو بیان کرنے کا طریقہ کار

فقہائے کرام میں بحث چلی ہے کہ استنجاء کرنے کے لیے ڈھیلوں یا پتھروں کی کوئی خاص تعداد مقرر ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں احناف کا موقف یہ ہے کہ استنجاء کے لیے ڈھیلے یا پتھر کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں، بلکہ اَصل مقصود نجاست کو زائل کرنا ہے، چاہے وہ ایک ڈھیلہ ہو یا دو یا تینیا اس سے زیادہ۔ جب کہ حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ استنجاء کے لیے تین ڈھیلوں کا ہونا ضروری ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے مولانا سہارنپوریؒ لکھتے ہیں: "اختلف العلماء في هذه المسئلة، قال الشوكاني في النيل: قد ذهب الشافعي واحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه وابو ثور الى وجوب الاستنجاء وانه يجب ان يكون بثلاثة احجار او ثلاث مسحات واذا استنجى للقبل والدبر وجب ست مسحات لكل واحد ثلاث مسحات قالوا: والافضل ان يكون بست احجار فان اقتصر على حجر واحد له ستة احرف اجزاء، وذهب مالك و داوٗد الى ان الواجب الانقاء فان حصل بحجر اجزاء، وهو وجه لبعض اصحاب الشافعي، وذهبت العترة وأبوحنيفة إلى أنه ليس بواجب" (سہارنپوری 11/152)۔

اس مسئلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ اور ابو ثور کا مذہب یہ ہے کہ استنجاء کرنا واجب ہے، اور تین ڈھیلوں کا ہونا بھی واجب ہے، یا تین دفعہ استنجاء کرنا۔ لہذا اگر قبل اور دبر دونوں کا استنجاء کرنا ہو تو چھ دفعہ کرنا چاہیے، تین دفعہ قبل کے لیے اور تین دفعہ دبر کے لیے، لیکن اَفضل یہ ہے کہ چھ ڈھیلے ہوں، البتہ ایک ڈھیلے یا پتھر سے بھی کام چلایا جا سکتا ہے، لیکن اس صورت میں اس پتھر کے چھ کونوں کا ہونا ضروری ہے۔ امام مالک اور داوٗد

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نے اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے قضائے حاجت کے دوران استقبال واستدبار قبلہ دونوں کو ممنوع قرار دیا ہے، چاہے صحراء ہو یا گنجان آباد علاقہ (ابو داوٗد، ح8) اس کے بعد امام ابو حنیفہ سے منقول ایک اور روایت کا ذکر کرتے ہوئے سہارنپوریؒ لکھتے ہیں: "امام اعظم ابو حنیفہ سے اس سلسلے میں دوسری روایت بھی منقول ہے وہ یہ کہ استدبار قبلہ کی ممانعت تو نہیں ہے البتہ استقبال قبلہ کی اجازت نہیں (سہارنپوری، 1/192)۔

فقہی منہج استدلال کی ترتیب

بعض اوقات دلائل کا ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآنی آیت اور بعد میں حدیث درج کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال حکیم بن حزام کی روایت سے ملتی ہے:" آپ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والے جب تک مجلس عقد سے جدا نہ ہوں، اس وقت تک اختیار کے ساتھ ہیں۔ اگر دونوں نے سچ بولا اور صحیح بات ایک دوسرے سے کہہ دی تو ان کی اس خرید و فروخت میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اگر انہوں نے کوئی چیز چھپائی اور جھوٹ بولا، تو اس بیع سے برکت ختم کر دی جاتی ہے (ابو داوٗد، ح3459)۔

مولانا سہارنپوری نے اس حدیث کی تشریح میں بیع کے ایک مشہور مسئلہ کو بیان کیا ہے۔ فقہی مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے منہج یہ اختیار کیا ہے کہ سب سے پہلے امام شافعی کا مذہب ذکر کرتے ہیں اس کے بعد احناف کا۔ اسی طرح دلائل میں بھی امام شافعی کی دلیل کو پہلے ذکر کرتے ہوئے جواب بھی ساتھ ہیذکر کر دیتے ہیں اور آخر میں احناف کی دلیل بیان کرتے ہیں۔ سب سے پہلے قرآنی آیت اس کے بعد حدیثسے استدلال کرتے ہیں، جیسا کہ لکھتے ہیں:" واختلفت الائمة في ذلك، فقال الامام الشافعي رحمه الله إن البيع لايكون بينهما بعد الايجاب والقبول الا بالتخيير من كل واحد منهما للآخر إذا اختارا البيع لزم البيع، وقبل ذلك ما داما في المجلس كل واحد منهما مخير في الفسخ، وعند الحنفية اذا تبايعا وتم الايجاب والقبول من الجانبين لزم البيع ولا يبقى الخيار لهما في الفسخ الا في صورة خيار الشرط والعيب" بیع میں خیار کے متعلق ائمہ میں اختلاف ہے (سہارنپوری 11/175،174)۔

قواعد فقہیہ سے استدلال میں منہج واسلوب

امام ابو حنیفہ کے مذہب اول کو صحیح ثابت کرنے کے لیے فقہاء کے قواعد سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " قال الحلبی فی شرحه الكبير على المنية: والصحيح الأول ، لانه اذا تعارض قوله عليه السلام وفعله رجح القول، لان الفعل يحتمل الخصوص والعذر وغير ذلك، وكذلك اذا تعارض المحرم والمبيح رجح المحرم"(سہارنپوری, 1/192)۔

علامہ حلبی (المتوقی 1043ھ) نے اپنیکتاب الكبير على المنية میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مذکورہ دونوں مذاہب میں سے رائج مذہب پہلا ہے، یعنی استقبال

ہمارے پاس تین ڈھیلوں کے استعمال کے عدم وجوب کی نظیر خود اصحاب شوافع کا وہ قول ہے جو اس مسئلہ میں پیش کیا گیا ہے، جس میں ہے کہ اگر کوئی محرم خوشبو سے رنگا ہوا لباس پہن لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں اصحاب شوافع ایک حدیث کو پیش کر کے اس سے استدلال کرتے ہیں، کہ رسول ﷺ کے پاس ایک محرم شخص آیا، جس نے خوشبو سے رنگا ہوا جبہ پہن رکھا تھا، تو آپ ﷺ فرمایا کہ تمھیں چاہیے کہ اس خوشبو کو تین مرتبہ دھو ڈالو۔ امام نووی اس کی شرح حدیث میں لکھتے ہیں کہ اس شخص کو تین مرتبہ دھونے کا حکم بطور مبالغہ کے دیا گیا ہے، تا کہ اس خوشبو کا رنگ اور اثر زائل ہو جائے، کیونکہ واجب تو اس کا ازالہ ہے۔ اگر وہ پہلی مرتبہ حاصل ہو جائے تو پھر بھی کافی ہے، اس صورت میں تین مرتبہ دھونا واجب نہیں رہے گا۔ اس نظیر کو پیش کرنے سے مولانا سہارنپوریؒ کا قصد یہ بتلانا ہے کہ اس قسم کی احادیث میں جہاں کوئی خاص عدد ذکر کیا جاتا ہے، تو اس سے مقصود وہ عدد نہیں ہوتا بلکہ مبالغہ مقصود ہوتا ہے، جیسا کہ مذکورہ مثال میں اصحاب شوافع نے خود مراد لیا ہے۔ بالکل اسی طرح مسئلہ مختلف فیہ میں بھی تین عدد کا جو ذکر ہے، اس سے مقصود محل نجاست کی صفائی کا یقین ہے، جو عام طور پر تین ڈھیلوں کے استعمال سے عموما ہو جاتا ہے۔

حدیث کے ساتھ علامہ عینیؒ کی استدلال سے مذہب احناف کی تائید

مسئلہ مذکورہ کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا سہارنپوریؒ نے علامہ عینیؒ کیا ستدلال کو احناف کی رائے کی ترجیح ترجح بطور تائید پیش کیا گیا ہے، سہارنپوری لکھتے ہیں:" وقد اشبع الكلام في هذه المسئلة العلامة العيني في شرحه على البخاري ذيل حديث اخرجه البخاري عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ يقول :اتى النبي ﷺ الغائط فامرني ان آتيه بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فوجد تُ حَجَرَيْنِ والتمست الثالثة فلم اجدها فاخذت رَوْثَةً، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ، وَقَالَ: هِيَ رِجْسٌ" (سہارنپوری، 1/186) ۔

اس مسئلہ پر سب سے زیادہ سیر حاصل بحث احناف میں سے علامہ عینی نے شرح بخاری میں حدیثِ مذکور کے ضمن میں کی ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود سے منقول ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیا کرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، مجھے تین پتھروں کے لانے کا حکم دیا۔ مجھے دو پتھر تو مل گئے، لیکن تیسرا نہ مل سکا۔ تیسرے کی جگہ میں نے لید کو اٹھالیا اور حاضر خدمت ہوا ،تو نبیکرم ﷺ نے دو پتھروں کو لے لیا اور لید کو پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ تو ناپاک چیز ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ خطابی نے سنن ابی داؤد کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے تین پتھروں سے استنجاء کو واجب قرار دیا ہے۔ تاہم سہارنپوری نے اس دلیل کو تسلیم نہیں کیا اور جوابا کہ دیا کہ تین کے عدد کی تعین صرف احتیاط پر مبنی ہے، کیونکہ ایک یا دو پتھروں سے عام طور پر صفائی اور دل کی تشفی نہیں ہوتی۔ اس لیے تین کا عدد ذکر کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ظاہری کا مذہب یہ ہے کہ اصل مقصود تو صفائی محل ہے، اگر چہ وہ ایک پتھر سے ہی حاصل ہو جائے، تو جائز ہے، جو بعض شوافع کی بھی رائے ہے، جب کہ اہل بیت اور امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ استنجاء کے لیے ڈھیلوں یا پتھروں کی خاص مقدار واجب نہیں ہے۔

مذکورہ مسئلہ کو جس حدیث کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے وہ حدیث بظاہر احناف کے مسلک کے خلاف نظر آتی ہے "حضرت سلمان فارسی سے منقول ہے کہ ان سے کسی نے کہا کہ تمہارے نبی ﷺ تو تمھیں ہر چیز کے بارے میں تعلیم دیتے ہیں، حتی کہ بول و براز کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: جی ہاں، ہمیں تو ہمارے نبی ﷺ نے قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا ہے اور تین ڈھیلوں سے کم اور ہڈی اور لید سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا ہے" (ابو داؤد، ح7) ۔

اس حدیث مبارکہ کے ظاہری الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استنجاء کے لئے کم سے کم تین ڈھیلوں کا ہونا ضروری ہیں۔ اس سلسلے میں سہارنپوریؒ لکھتے ہیں: فالنهي الذي ورد في هذا الحديث عند الحنفية محمول على أن في غالب الأحوال لا تحصل التنقية الا بها، وأما اذا حصلت التنقية بأقل منها، أو كانت الحالة انه لم يتلطخ المحل بالنجاسة، ولا يحتاج إلى الاستنجاء كما يشاهد في بعض الأحيان، فحينئذ لو اكتفى على حجرين او حجر ولم يستنج اصلا فالظاهر انه لا يكره ذلك" (سہارنپوری، 1/186) ۔

احناف کے نزدیک مذکورہ حدیث میں تین ڈھیلوں سے کم کی ممانعت اس حالت پر محمول ہے، جس میں انسان کو تین سے کم میں محل کی صفائی کی تشفی نہ ہو سکے۔ اگر محل کی تشفی تین سے کم میں ہو جائے یا نجاست محل کے ساتھ خلط ملط نہ ہو، تو اس صورت میں ستنجاء کے لیے تین ڈھیلوں کی ضرورت نہیں، جیسا کہ عام طور پر اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی شخص ایک یا دو ڈھیلوں پر اکتفاء کرلے یا استنجاء ہی نہ کرے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔

فقہی نظائر سے استدلال

بعض اوقات سہارنپوری کسی مسئلہ میں مخالفین کے فقہی نظائر سے اپنے مذہب کے ثبوت کے لیے دلیل بنا لیتے ہیں، جیسا کہ اس مسئلہ استنجاء میں تین عدد پتھر۔ اس مسئلہ میں فریق مقابل شوافع کا ہے، اس لیے سہارنپوریؒ نے احناف کے مذہب کے ثبوت اور ترجیح کے لیے فقہ شافعی سے ایک نظیر پیش کی ہے۔ سہارنپوری لکھتے ہیں" و نظير قولنا في عدم وجوب التثليث قول الشافعية في غسل الطيب عن المحرم فانه قال في رجل جاءه وعليه جبة متضمخة بطيب: اما الطيب الذي بك فاغسله ثلاث مرات ، قال النووي: انما امر بالثلاث مبالغة في ازالة لونه وريحه والواجب الازالة فان حصلت بمرة كفته ولم تجب الزيادة" (سہارنپوری، 1/186) ۔

قال: "إذا ذهب أحدُكُم إلى الغائطِ فليَذهَب معه بثلاثةِ أحجارٍ يستطيب بهنَّ، فإنَّها تُجزِئُ عنه"۔ قال الشوکانی روی احمد والنسائی و ابو داود والدار قطنی، وقال اسنادہ صحیح حسن" (أبو داود، ب، ح40)۔

مذہبِ احناف کا ثبوت اس روایت سے بھی ہوتا ہے، جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پیشاب پاخانہ کے لیے جاتے وقت اپنے ساتھ تین پتھر لے کر جانا چاہیے، تاکہ ان سے استنجاء کیا جاسکے، کیونکہ تین پتھر اسے کافی ہو جائیں گے۔ حدیث کی سند بھی صحیح اور حسن ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا حدیث مذہب احناف کے ثبوت اور اس کی حکمت کو ذکر کیا گیا ہے، جو ایک قوی دلیل ہے، جسے امام ابو حنیفہؒ نے مسئلہ مختلف فیہ میں اختیار کیا ہے، کیونکہ اگر تین کا عدد ہی واجب ہوتا، تو وہ شخص بھی تارک الحدیث سمجھا جاتا ،جو ایسے پتھر سے استنجاء کرے، جس کے تین کونے ہوں، حالانکہ اس کے جواز کے شوافع قائل ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ شوافع کے نزدیک بھی تین پتھروں کے ساتھ استنجاء کرنا واجب نہیں۔ اس بحث سے ایک طرف جہاں مذہب احناف احادیث کی روسے سے ثابت ہوتا ہے تو وہیں سہارنپوری کی حدیث کے میدان میں دقت نظر کا بھی اندازہ ہوتا ہے (سہارنپوری، 1/186)۔

تبصرہ:

مولانا سہارنپوری نے تشریح حدیث میں جو منہج اپنایا ہے، وہ فقہاء کے عام طرز کے خلاف ہے، کیونکہ فقہاء سب سے پہلے نقلی دلیل ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد عقلی دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، جیسا کہ صاحب ہدایہ اور صاحب بدائع کا منہج ہے، لیکن سہارنپوری نے مذہب احناف کے ثبوت میں جو پہلی دلیل دی ہے، وہ فقہ شافعی سے ایک نظیر پیش کی ہے اور بعد میں علامہ عینی کی دلیل کو پیش کیا ہے۔ آخر میں ایک صحیح حدیث پیش کر کے تکمیل حجت کیا ہے۔ تاہم دلائل کی ابتداء اگر حدیث سے کی جاتی اور فقہی نظیر کو آخر میں بیان کیا جاتا، تو قاری کے لیے زیادہ دلچسپی کا باعث ہوتا۔

مذہب حنفی کی تائید کے لیے سنن ابو داؤد کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے استدلال

بعض اوقات سنن ابوداؤد کی کوئی روایت مذہب حنفی کے بظاہر معارض معلوم ہوتی ہے، اس لیے سہارنپوریؒ اپنے مذہب کی تائید کے لیے دیگر کتب احادیث سے روایت پیش کرتے ہیں۔ تاہم اس صورت میں مخالفین کے دلائل کو بڑی خوش دلی سے قبول کرتے ہیں اور تعصب سے بچتے ہوئے راہ سنت کی اتباع کرتے نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر حدیث نبوی ہے: "اگر مجھے ایمان والوں پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں نماز عشاء کی تاخیر اور ہر نماز پر مسواک کو لازمی قرار دیتا" (ابوداؤد، ح46) اس حدیث کے ضمن میں مولانا سہارنپوریؒ نے دو مسائل پر بحث کی ہے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے مسواک کرنا نبی کریم ﷺ پر فرض تھا یا مستحب؟ اور

استنجاء کیا، لیکن تین پتھروں سے بھی اسے صفائی حاصل نہ ہو سکی، تو وہ چار پانچ اور اس سے زیادہ بھی استعمال کر سکتا ہے، ایسے شخص کو متروک الحدیث نہیں سمجھا جائے گا، اس لیے کہ اگر کوئی ایسے پتھر سے استنجاء کرے، جس کے تین کونے ہوں تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔

عدد کے تعین پر شوافع کا اشکال اور احناف کا تطبیقی طرزِ استدلال

عدد کے معاملے میں اصحاب شوافع کا ایک اشکال ہے، کہ مذکورہ حدیث میں تین کا عدد احناف احتیاط پر محمول کرتے ہیں، حالانکہ عدت کے مسئلہ میں جب قروء کا لفظ آتا ہے، تو وہاں احناف تین کا عدد ہی مراد لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہاں احتیاط اور مبالغہ کیوں مراد نہیں لیتے؟۔ علامہ عینی دونوں جگہ عدد میں تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عدت میں تین کا عدد منصوص علیہ ہے۔ قرآن مجید او احادیث میں اس عدد کا صراحتاً ذکر کیا گیا ہے اور اس کے معارض کوئی اور نص موجود بھی نہیں ہے۔ اس کے برعکس مسئلہ مذکورہ مختلف فیہ میں اس کے خلاف نص موجود ہے ،جو کہ خود سنن ابوداؤد میں ذکر ہے: " جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور جس نے نہ کیا تو اس پر کوئی حرج نہیں "ومن استجمر فليوتر، مَن فعل فقد أحسنَ، ومَن لا فلا حَرَجَ" (أبو داود، ح35)۔

تاہم مخالفین نے پیش کردہ حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، جس کے بارے میں سہارنپوری لکھتے ہیں: " قال الشوکانی اخرجہ ابن حبان والحاکم والبیهقي ومدارہ علی سعید الحبرانی الحمصي وفیہ اختلاف، وقیل انہ صحابی قال الحافظ: ولا یصح والراوي عنہ حصین الحبرانی وھو مجھول وقال ابوزرعة: شیخ، وذکرہ ابن حبان في الثقات وذکرہ الدار قطني الاختلاف فیہ في العلل " (سہارنپوری، 1/186)۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس کا مدار ابو سعید الحبرانی الحمصی پر ہے، جس کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابی تھے، لیکن حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ ان سے روایت کرنے والے حصین الحبرانی ہے، جو مجہول ہیں۔ امام ابو زرعہ (المتوفی 264ھ) کہتے ہیں وہ تو "شیخ" تھے۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، لیکن امام دار قطنی (المتوفی 385ھ) نے کتاب العلل میں ان کے بارے میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ اب چونکہ مذکورہ روایت کو ضعیف قرار دیا گیا ہے، اس لیے ضروری تھا، کہ کوئی حدیث پیش کی جاتی۔ اس لیے سہارنپوری نے ایک اور حدیث پیش کرنے کے ساتھ علامہ شوکانی کا تبصرہ بھی ذکر کیا ہے، جو درج ذیل ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں سہارنپوری احناف کے مسلک کے تائید میں سنن ابوداؤد کی ایک اور حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: " قلت: وایضا یدل علی ذلک ما اخرجہ ابوداود في باب الاستنجاء بالاحجار عن عائشة رضي الله عنها، إن رسول الله ﷺ

امام حاکم نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔ اسی طرح اس روایت کو امام بخاریؒ نے تعلیقا اپنی کتاب میں بھی ذکر کیا ہے۔ جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں حکم کرتا کہ وہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں۔ احناف کے مسلک اور دلیل بیان کرنے کے بعد مولانا سہارنپوریؒ نے امام شافعیؒ کا مذہب ذکر کیا ہے لکھتے ہیں: " والشافعیۃ رحمھم اللہ یجمعون بین الحدیثین بالسواک في ابتداء کل منھما" شوافع نے مسواک کے حوالے سے وارد ہونے والی احادیث میں تطبیق کی ہے، کہ وضو کے وقت مسواک کرنے والی روایت ابتدائے زمانہ پر محمول ہے، جب کہ نماز کے وقت مسواک والی روایت بعد کے زمانے کی ہے۔ مولانا سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء احناف نے مسواک کو سنن صلاۃ میں شمار نہیں کیا، اس لیے کہ اگر مسواک کو سنن صلاۃ میں شمار کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ نماز سے پہلے مسواک کرنے سے مسوڑھوں سے خون نکل آئے جو کہ ہمارے نزدیک ناقض وضو ہے اور بعض اوقات تو اس طرح مسواک کرنے سے انسان کو حرج لاحق ہو سکتا ہے۔ مزید برآں جب ہم نبی ﷺ کا عمل مبارک دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی نماز سے پہلے مسواک استعمال نہیں فرمائی، لہذا سنن ابو داوٗد کی مذکورہ روایت، جس میں "عند کل صلاۃ" کے الفاظ مذکور ہیں، کو "عند کل وضو" پر ہی محمول کرنا ہوگا۔ (سہارنپوری، 317/1)۔

دفاعِ مذہب میں وسعت ظرفی کا مظاہرہ اور تعصب سے اجتناب

اس ساری تفصیل کو ذکر کرنے کے بعد مولانا سہارنپوریؒ نے انصاف کے دامن کو نہیں چھوڑا، بلکہ اپنی علمی وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمائے احناف کی طرف سے پیش کی گئی تعلیمات کو خود ہی رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "نعم ما ذکر في بعض الکتب من تصریح الکراھۃ معللا بانہ قد یخرج الدم فینقض الوضوء لیس لہ وجہ، فان النصوص محمولۃ علی ظواھرھا اذا امکن، وقد امکن ھاھنا، فلا مساغ اذا علی الحمل علی المجاز او تقدیر مضاف"۔ نماز سے پہلے مسواک کرنے کے بارے میں احناف کی اکثر کتب میں اس بات کی تصریح ملتی ہے کہ وہ اسے اس لیے مستحب قرار نہیں دیتے کہ خون نکلنے کا خطرہ ہوتا ہے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان تعلیمات کی کوئی اصل نہیں، کیونکہ قاعدہ ہے کہ نصوص کو ان کے ظاہر پر ہی محمول کیا جاتا ہے، جب تک ممکن ہو، اور یہاں بھی اس کے ظاہر پر عمل کرنا ممکن ہے کہ نماز سے پہلے مسواک کی جاسکتی ہے۔ اس لیے صریح روایت کو مجاز پر محمول کرنا یا کسی مضاف کو مقدر مان کر اسے اپنے مسلک پر فٹ کرنا درست معلوم نہیں ہوتا (سہارنپوری، 317/1)۔

دوسرا مسئلہ یہ کہ امت کے لیے مسواک کی کیا حیثیت ہے؟ واجب ہے یا مستحب؟ پھر اگر مستحب ہے تو وضو کرنے سے پہلے کرنا چاہیے یا نماز سے پہلے؟

رسول اکرم ﷺ کے لیے مسواک کا حکم

نبی مکرم ﷺ کے لیے مسواک کا کیا حکم تھا، واجب تھا یا مستحب؟ اس حوالے سے مولانا سہارنپوریؒ لکھتے ہیں: "فعلم بذلک ان السواک لکل صلاۃ کان واجبا علیہ دون امتہ ثم ھم بایجابہ ﷺ علیھم. ورای المشقۃ لضعفھم وعجزھم فقال لولا خوف المشقۃ لا وجبت علیھم السواک فلفظۃ لولا لامتناع الثاني لوجود الاول فاذا وجبت وجود الاول وھو خوف المشقۃ ھاھنا ثبت امتناع الثاني، وھو وجوب السواک، فبقي السواک علی ندبتہ فھذا یرد مذھب الظاھریۃ القائلین بالوجوب" (سہارنپوری، 317/1)۔

اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ پر ہر نماز سے پہلے مسواک کرنا واجب تھا، لیکن آپ ﷺ کی امت پر یہ حکم نہیں۔ پھر نبیکریم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ امت پر بھی واجب قرار دیں، لیکن جب ان کے ضعف اور عجز کا مشاہدہ فرمایا اور مشقت کو دیکھا تو فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا، تو میں ان پر مسواک کو واجب قرار دیتا۔ لفظ "لولا" امتناع ثانی بوجہ وجود اول کے لیے آتا ہے، پس جب پہلی چیز واجب ہوگئی اور وہ امت پر مشقت کا خوف ہے، تو دوسری چیز کا امتناع خود بخود ثابت ہوگیا اور وہ مسواک کا وجوب ہے، لہذا مسواک کرنا مستحب ہے، اس قاعدہ سے اصحاب ظواہر کا قول رد ہے، جو اس حدیث کی بناء پر مسواک کو واجب قرار دیتے ہیں۔

امت محمدیہ ﷺ کے لیے مسواک کا حکم

مذکورہ حدیث کے ضمن میں جو دوسرا مسئلہ ذکر کیا گیا ہے، وہ امت کے لیے مسواک کے حکم کا ہے۔ ما قبل کی بحث سے اتنی سی بات تو معلوم ہو چکی ہے کہ مسواک کا وجوب صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کے لیے تھا، امت کے لیے مستحب ہے، لیکن کس وقت کرنا مستحب ہے؟ وضو کے وقت یا نماز کے وقت؟ اس بارے میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک وضو کے وقت کرنا چاہیے، جب کہ شوافع کے نزدیک نماز کے وقت کرنا چاہیے۔ اس مقام پر مولانا سہارنپوری نے جو منہج اپنایا ہے وہ سابقہ منہج سے ذرا مختلف ہے، کیونکہ عام طور پر اس طرح کے مقامات پر سب سے پہلے فریق مخالف کا مذہب ذکر کرتے ہیں اور آخر میں اپنے مذہب کے دلائل ذکر کرتے ہیں، جب کہ یہاں پر اپنا مذہب پہلے ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی۔ بعد میں امام شافعی کا مذہب ذکر کر کے ان کی دلیل ذکر کر دی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں رہا مسواک کے استحباب کا مسئلہ، تو اس کے وقت میں اختلاف ہوا ہے۔ اکثر احناف کا کہنا یہ ہے ہر وضو کے وقت مسواک کرنی چاہیے۔ اس کی دلیل ابن خزیمہ کی وہ روایت ہے، جسے انہوں نے اپنی صحیح میں اور

سہارنپوریؒ نے دیگر احناف سے ہٹ کر وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف فریق مخالف کی دلیل کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہے، بلکہ فقہاء کے اصول کو ذکر کر کے یہ واضح کیا ہے کہ جب کوئی نص بالکل واضح ہو، تو اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس کے بعد سہارنپوری خود احناف کی کتب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہماری فقہ کی کتابوں میں نماز سے پہلے مسواک کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ جب معاملہ اس طرح ہے، تو پھر صریح اور واضح نصوص میں تاویل مناسب نہیں، سہارنپوریؒ لکھتے ہیں: "وکیف وقد ذکر استحباب السواک عند نفس الصلاۃ في بعض کتب الفروع المعتبرۃ قال في التتارخانیۃ نقلا عن التتمۃ: ویستحب السواک عندنا عند کل صلاۃ ووضوء وکل شيء یغیر الفم، وعند الیقظۃ، وقال ابن الھمام في شرح الھدایۃ: ویستحب في خمسۃ مواضع: اصفرار الاسنان، وتغیر الرائحۃ، والقیام من النوم، والقیام الی الصلاۃ، وعند الوضوء، انتھی علی القاري" (سہارنپوری، 1/318)۔

نماز کے وقت مسواک کرنے والی صریح روایت میں کیسے تاویل ہو سکتی ہے حالانکہ احناف کی بعض معتبر کتب فقہ میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ وہ بھی نماز سے پہلے مسواک کرنے کو مستحب گردانتے ہیں، جیسا کہ تتارخانیہ میں تتمہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ مسواک کرنا وضو کے وقت بھی مستحب ہے اور نماز کے وقت بھی اسی طرح سو کر اٹھنے کے وقت بھی اور منہ کی بدبو کو زائل کرنے کے لیے بھی۔ اسی طرح محقق ابن الہمام نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ پانچ جگہ مسواک کرنا مستحب ہے: دانتوں کے پیلا ہونے کے وقت، منہ کی بدبو کو زائل کرنے، نیند سے بیدار ہونے کے بعد، نماز پڑھنے سے قبل اور وضو کے وقت"۔ مولانا سہارنپوری نے اس جگہ "علی القاری" کہہ کر اپنی عبارت کا بھی حوالہ دے دیا ہے کہ میں نے جو عبارت نقل کی ہے اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح میں ذکر کیا ہے۔

مسئلہ امامت صبی

صبی ممیز ایسا بچہ جو نابالغ ہو، لیکن عقل وشعور بھی رکھتا ہو، اگر وہ بالغ حضرات کو کوئی فرض نماز پڑھادے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ یہ مسئلہ بھی فقہائے کرام کے درمیان مختلف فیہ مسائل میں شمار کیا ہوتا ہے۔ سہارنپوری نے اس مسئلہ کو کتاب الصلاۃ کے **باب من احق** بالامامۃ میں حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ روایت کے مطابق آپ قافلوں کی گزرگاہ کے قریب رہتے تھے، جب کوئی قافلہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت سے واپس آتا، تو واپسی پر ان کے پاس سے گزرتا، تو قافلے والے ہمیں خبر دیا کرتے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں فلاں فلاں سورت سکھائی ہے، ان دنوں وہ نابالغ بچہ تھا، لیکن حافظہ بہت اچھا تھا۔ قافلے میں سے کوئی شخص جب کوئی سورت پڑھ کر سناتا تو وہ اسے یاد کرلیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں بہت سارا قرآن کریم اسلام لانے سے پہلے ہی یاد ہو چکا تھا۔ ایک دن اپنے باپ کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں اسلام لانے کی غرض سے ایک قافلے کے ساتھ حاضر ہوا، رسول اللہ کریم ﷺ نے اس قافلے کو نماز سکھائی اور ساتھ یہ بھی حکم ارشاد فرمایا کہ کہ تم میں سے جو سب سے زیادہ قرآن کا حافظ ہو، وہ تمہیں نماز پڑھائے۔ اس وقت قوم میں، وہی قرآن کریم کا سب سے زیادہ کا حافظ تھا۔ اس لیے قوم نے انہیں اپنا امام بنالیا۔ وہ ان کو نماز پڑھانے لگا۔ لہذا وہ اپنی قوم کی نماز اور جنازیں پڑھاتا تھا، اس وقت اس کی عمر سات یا آٹھ سال تھی۔ (ابوداؤد، ح583)۔

مسئلہ امامت میں اختلاف کی نوعیت

اس مسئلہ میں اختلاف کی نوعیت یہ ہے کہ اگر کوئی صبی ممیز یعنی ایسا بچہ جو نا بالغ ہو لیکن عقل وشعور رکھتا ہو، بالغ حضرات کو فرض نماز پڑھادے تو کیا نماز ہو جائے گی؟ اس بارے میں شافعیہ کا کہنا ہے کہ صبی ممیز کی امامت درست ہے۔ سب کی نماز ہو جائے گی، لیکن جمہور حضرات بالخصوص فقہائے احناف کا کہنا یہ ہے کہ صبی ممیز کی امامت فرض نماز میں درست نہیں ہے۔ اگر ایسے بچے نے نماز پڑھائی، تو نماز نہیں ہوگی، اس لیے کہ صبی متنفل (نفل پڑھنے والا ہے کیونکہ اس پر ابھی تک نماز فرض ہی نہیں ہوئی) ہے اور بالغ حضرات کی نماز فرض ہے اور صلاۃ المفترض خلف المتنفل جائز نہیں (سہارنپوری، 3/458)۔

مولانا سہارنپوری کا حدیث مذکور پر محدثانہ تبصرہ

مولانا سہارنپوری نے مذکورہ حدیث، جس سے امام شافعی نے امامت صبی ممیز کو ثابت کیا ہے، اس پر علامہ خطابی اور خود امام ابوداؤد کا تبصرہ ذکر کیا ہے، جس سے اس حدیث کی حیثیت واضح ہوتی ہے، لکھتے ہیں: قال الخطابي: کان الحسن یضعف حدیث عمرو بن سلمہ، وقال مرۃ: دعہ لیس بشیء بین قال ابوداؤد قیل لاحمد حدیث عمرو؟ قالالا ادری ماھذا؟ فلعلہ لم یتحقق بلوغ امر النبي ﷺ قال: وقد خالفہ امثال الصحابۃ، وقد قال عمرو: کنت اذا سجدت خرجت استي وھذا غیر بالغ" (سہارنپوری، 3/458)۔

علامہ خطابی مذکورہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حدیث عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو ضعیف قرار دیتے تھے اور ایک مرتبہ تو انہوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ اس حدیث کو چھوڑ دو، یہ قابل التفات نہیں اور نہ ہی قابل بیان ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ امام احمد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ پتہ نہیں یہ حدیث ہے بھی کہ نہیں کیونکہ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا، تو کبار صحابہ اس کے خلاف عمل نہ کرتے، کیونکہ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ خود فرمارہے ہیں کہ جب میں سجدے میں جاتا، تو میری سرین سے کپڑا ہٹ جایا کرتا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ میں نابالغ تھا۔ سہارنپوری نے اس تبصرہ سے جہاں اس حدیث کی حیثیت کو بیان کیا، تو وہیں احناف کا مذہب بھی ثابت ہو گیا کہ فرض نماز میں امام کا بالغ ہونا ہی ضروری ہے اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے تعامل سے بھی ثابت ہے

تک سجدے سے سر نہ اٹھانا، جب تک مرد لوگ اٹھ نہ جائیں، یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دوران نماز ستر عورت نماز کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے۔ لہذا اگر کسی شخص نے ننگے ہونے کی حالت میں مردوں کی موجودگی میں نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ یہاں سہارنپوری نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علامہ شوکانی یہاں یہ فرمار ہے ہیں کہ ستر عورت نماز کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے حالانکہ ستر عورت کے بیان میں ان کا کہنا تھا کہ حق بات یہ ہے کہ تمام اوقات میں ستر عورت واجب ہے سوائے قضائے حاجت اور اپنے بیوی سے صحبت کے وقت۔

بیع میں ایجاب وقبول کا مسئلہ

امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ محض ایجاب و قبول سے بیع تام نہیں ہوتی کہ اس کے بعد خیار نہ مل سکے، بلکہ جب تک ایجاب و قبول کے بعد مجلس عقد ختم نہ ہو، جانبین کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر سکیں۔

احناف کا مذہب

جب جانبین سے ایجاب و قبول ہو جائے، تو بیع تام ہو جاتی ہے۔ سہارنپوری نے سب سے پہلے امام شافعی کی دلیل کو ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی جواب دے دیا ہے، جب کہ آخر میں احناف کی دلیل کے تذکرے پر مسئلہ کو ختم کر دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "واحتج الشافعیۃ بھذہ الاحادیث ولا حجۃ لھم فی ذلک لان الاحادیث الواردۃ فی الباب یحتمل تفرق الابدان، ویحتمل تفرق الاقوال، کما فی قولہ تعالی: وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ فمع احتمال المخالف لایبقی الاستدلال"۔ اس مسئلہ میں امام شافعی کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں، جن میں مذکور ہے کہ (البیعان بالخیار مالم یتفرقا)یعنی بائع اور مشتری کو اس وقت تک خیار ہے، جب تک وہ مجلس عقد میں ہوں۔ مجلس عقد کے بعد ان کو خیار فسخ نہیں ہو گا۔ لیکن حقیقت میں یہ احادیث امام شافعی کی دلیل نہیں بن سکتیں، کیونکہ ان احادیث میں لفظ "مالم یتفرقا" میں دو احتمال ہیں: تفرق بالابدان کا بھی اور تفرق بالاقوال کا بھی، جیسا کہ قرآن پاک کی آیت میں آنے والے لفظ "وان یتفرقا" میں مفسرین نے یہی دو احتمال لکھے ہیں۔ لہذا جس دلیل میں کسی مخالف پہلو کا بھی احتمال ہو، تو اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ مزید بر آں سہارنپوری امام شافعی کی طرف سے پیش کردہ دلیل کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شافعیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہما کے عمل سے بھی استدلال کیا ہے، لیکن غور کیا جائے تو امام شافعی کا ان حضرات کے عمل سے استدلال بھی بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ان کا یہ فعل تو ان کے اپنے فہم اور رائے پر مبنی ہے، حالانکہ حجت تو قول رسول ﷺ ہے نہ کہ فہم صحابی، پھر خصوصا اس وقت جب کہ ان دونوں صحابہ کے فہم میں بھی اختلاف ہو؟ مزید یہ کہ صحابی کا فہم بظاہر نص کے بھی مخالف ہو، تو اس وقت اس سے استدلال درست معلوم نہیں ہوتا (سہارنپوری, 11/175)۔

سہارنپوری کی طرف سے حافظ ابن حجر کی پیش کردہ توجیہ پر "عجیب من مثل الحافظ" کہہ کر، ناقدانہ اسلوب سے مذکورہ مسئلہ میں سہارنپوریؒ نے حافظ ابن حجر کے نقد کا جواب بھی نقد ہی کے انداز میں دیا ہے، فرماتے ہیں "قلت: وما قال الحافظ: ولم ینصف من قال: فعلوا ذلک باجتھادھم، ولم یطلع النبی ﷺ علی ذلک لانھا شھادۃ نفی عجیب من مثل الحافظ، فان الحدیث صریح بان رسول اللہ ﷺ قال: ولیؤمکم اکثرکم قرآنا او اقرأکم "میں یہ کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے جو یہ بات کہی ہے کہ " جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو امام بنانا قوم کا اپنا اجتہاد تھا اور اس واقعے کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو نہیں پہنچی ہوگی یہ انصاف پر مبنی نہیں ہے" یہ بات حافظ ابن حجر جیسے جلیل القدر محدث کو زیب نہیں دیتی، کیونکہ ایک صریح حدیث موجود ہے رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: چاہیے کہ تمہیں وہ شخص امامت کروائے جو تم میں سے سب سے زیادہ قاری قرآن ہو۔ لہذا قوم نے اجتہاد کیا اور انہیں یہ بات سمجھ میں آئی کہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ ہی سب سے زیادہ قاری ہیں۔ اس لیے انہوں نے ان کو امام بنا دیا اگر رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کا حکم دیا ہوتا، تو ضرور کوئی نص موجود ہوتی، حالانکہ حدیث کے کسی بھی طریق میں اس کی کوئی صراحت موجود نہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی امامت کی تصریح فرمائی ہو (سہارنپوری، 3/458)۔

علامہ شوکانی کی پیش کردہ توجیہ پر سہارنپوریؒ کا ناقدانہ تبصرہ

اس مقام پر مولانا سہارنپوری نے علامہ شوکانی پر بھی نقد کیا ہے، جنہوں نے اس حدیث کی ایک نئی توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے؟ ان پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واعجب من ھذا ما قال الشوکانی فی النیل: واما القدح فی الحدیث بان فیہ کشف العورۃ فی الصلاۃ وھو لا یجوز، کما فی ضوء النھار، فھو من الغرائب، وقد ثبت ان الرجال کانوا یصلون عاقدی ازرھم ویقال للنساء: لاترفعن رؤسکن حتی یستوی الرجال جلوسا زاد ابوداود: من ضیق الازر، فان کلامہ یدل علی ان ستر العورۃ لیس بشرط لصحۃ الصلاۃ، فلو صلی احد عاریا بحضرۃ الرجال تجوز صلاتہ، وقد قال فما تقدم فی ابواب ستر العورۃ: والحق وجوب الستر فی جمیع الاوقات الاوقت قضاء الحاجۃ وافضاء الرجل الی اھلہ (سہارنپوری, 3/458)۔

اور اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات علامہ شوکانی نے کی ہے۔ مذکورہ حدیث پر جو شبہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں تو اس بات کا بھی تذکرہ ہے کہ امام کا ستر سجدے میں کھل جاتا تھا اور ستر کھل جانے سے تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ یہ مسئلہ تو اس طرح واضح ہے جس طرح دن کی روشنی واضح ہوتی ہے، لیکن حدیث غرائب میں سے ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ اس زمانے میں لوگوں کے ازار کھلے ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب عورتیں نماز میں شامل ہوتیں تو انہیں پہلے ہی کہ دیا جاتا تھا کہ تم اس وقت

امام شافعی کی طرف سے پیش کردہ دلیل کا جواب دینے کے بعد مولانا سہارنپوریؒ نے احناف کی دلیل کا تذکرہ کیا ہے، لیکن اس مقام پر سہارنپوریؒ نے فقہاء کا منہج اپنایا ہے کہ سب سے پہلے قرآنی آیت اور بعد میں حدیث سے استدلال کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "واماحجة أصحابنا الحنفية، فهو ظاهر قوله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (القرآن 4: 29) إباح الله سبحانه وتعالى الاكل بالتجارة عن تراض مطلقا عن قيد التفرق عن مكان العقد، وعنده اذا فسخ احدهم العقد في المجلس لايباح الاكل، فكان ظاهر النص حجة عليه، واما الحديث الوارد في هذا الباب فقد تقدم ان يقال: يمكن ان تحمل على التفرق بالاقوال" (سہارنپوری, 11/175)۔ ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک اس مسئلہ میں بہت بڑی دلیل ارشاد رباری تعالی ہے: اے ایمان والو! تم مال کو باطل طریقے سے کما کر نہ کھاؤ، البتہ ایسی تجارت کے ذریعے سے جو آپس کی رضامندی کے ساتھ ہو، باری تعالی نے مطلق باہمی رضامندی تجارت سے کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، جس میں مجلس عقد کے باقی رہنے یا نہ رہنے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، جب کہ امام شافعی کے نزدیک مجلس عقد کے اندر ایجاب وقبول کے بعد کسی نے بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ ہو جائے گی اور مال کا کھانا جائز نہیں ہو گا۔ لہذا اس معاملے میں قرآن کریم کیظاہر ان پر حجت ہے۔ اس کے علاوہ جو حدیث اس باب میں ذکر ہے، تفرق الاقوال پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ اپنے مذہب کی تائید میں اس سے استدلال درست نہیں ہوتا"۔ قرآنی آیت کے بعد سہارنپوری نے اپنے مذہب کے تائید میں بطور دلیل درج ذیل حدیث کو پیش کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ويؤيد الحنفية ماروا ه البخاري عن ابن عمر رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ واشترى من عمر بكرا اصعبا، فوهبه رسول الله لابن عمر بعد الشراء قبل ان يتفرقا، فلو لم يكن التصرف حلالا قبل التفرق، ولم يتم البيع، كيف وهب رسول الله البكر لابن عمر؟ فثبت بذلك ان التصرف في البيع بعد العقد وان لم يخير احدهم الآخر جائز" (سہارنپوری, 11/175)۔

احناف کے مذہب کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جسے حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے جس کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک نوجوان سرکش اونٹ خریدا، ایجاب وقبول کے بعد مجلس عقد سے جدا ہونے سے قبل ہی وہ اونٹ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا۔ سہارنپوری لکھتے ہیں کہ دیکھئے اگر مجلس عقد سے جدا ہوئے بغیر کوئی تصرف حلال نہ ہوتا اور بیع تام نہ ہوتی، تو رسول اللہ ﷺ کیونکر اور کیسے ہبہ کرتے؟ نبی کریم ﷺ کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ کسی چیز کو خریدنے کے بعد اس میں تصرف کرنا جائز ہے، اگرچہ مجلس عقد تبدیل نہ ہوئی ہو اور اگر کوئی کسی کو خیار نہ دے تو ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

نتائج تحقیق

i. خلیل سہارنپوری کی بذل المجہود دراصل مخالفین کے مناظروں اور اعتراضات کا کتابی شکل میں جواب ہے۔

ii. سہارنپوری اپنے مذہبی آراء کی تائید کے لیے دیگر کتبِ احادیث سے بھی روایات پیش کرتے ہیں، تاہم بلا تعصب مخالفین کے دلائل کو بھی بڑی خوش دلی سے قبول کرتے ہوئے راہ سنت کی اتباع کرتے ہیں۔

iii. سہارنپوری تشریح احادیث کے دوران فقہی مسائل کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

iv. فقہ حنفی اور فقہائے احناف کے دفاع میں سہارنپوری نے ہر طرح سے عقلی و نقلی دلائل پیش کیے ہیں۔

v. مذہب حنفی کو راجح ثابت کرنے کے لیے سہارنپوری فقہاء کے قواعد اور نظائر سے استدلالات پیش کرتے ہیں۔

vi. سہارنپوری حنفی مذہب کے اصول کو ہر طرح مدلل انداز سے پیش کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔

سفارشات

i. اگر سہارنپوری کی بذل المجہود کو اردو میں منتقل کر دیا جائے، تو تحقیق کے نئے دروازے کھولے جاسکتے ہیں۔

ii. حنفی مذہب کی اصول وکلیات کی معقولیت پر بذل المجہود کی روشنی کام کیا جا سکتا ہے۔

iii. حنفی مذہب کی اصول وکلیات اور دلائل سمجھنے کے لیے بذل المجہود کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

iv. نفی مذہب کی دلائل، اس کی گہرائی اور موزونیت جاننے کے لیے المجہود کا اردو زبان میں ترجمہ ضروری ہے۔

References

Al-Qur'ān.
Al-Qazwīnī Abū al-Ḥusayn Aḥmad bin Farīs bin Zakariyyā, (1399 Hijrī). Mujam Muqāyas al-Lughah, Bayrūt, Dār al-Fikr, 4/442.
Abi Dāwūd, Sulaymān. Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Ṭahārah book 4 page 8.
Āshiq Ilāhī Merati.(435/3).Tazkiratul Khalīl, Maktab al-Shaykh, Bhader ābād.
Ashūkānī, (1399 Hijrī). Irshād al-Fakḫūl, Bayrūt, Dār al-Maʿārif.
Ibn Manẓūr Muḥammad bin Mukaram. (522). Lisān al-ʿArab, Bayrūt,13.
Sāharun pūrī, Mawlānā Khalīl Aḥmad, Bazl al-Majhūd, Bayrūt, Qadeemi Kutub Khana.